دعا___ایک استدعا

م۔ر۔عابد

وقت اور حالات کی اونچ نیچ سے جوجھتا۔۔ضرورتوں میں گھرا۔۔۔اور۔۔۔خواہشوں کا للچایا ہوا الجھا۔۔انسان کا حساس، مفکر و متفکر وجود۔۔۔پہلی ہی جنبشِ زماں سے خود اپنے میں سمٹ کر نکتۂ فنا میں ضم ہوجانے کی ہر شرط پورا کرتا ہے۔اسے دوسرا لمحۂ امکان دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتا۔۔اگر وہ غیر شعوری طور سے ہی سہی اپنے پالنے والے کی اس حکیمانہ نعمت سے بہرہ مند نہ ہوتا جسے دعا کہتے ہیں اور جو تمنا بن کر ابھی لبوں تک آ بھی نہیں سکتی۔

نہ جانے کتنی ہی دعاؤں سے، کتنی منتوں مرادوں کے پیٹ میں اس انجانے ان دیکھے وجود کا بنیادی ذرہ (نطفہ) بالکل انجانے میں ہی اپنی بے نام ہستی درج کراتا ہے۔پھر نہ معلوم کتنی دعاؤں کے پہرے میں یہ نکتۂ وجود (یا وجود نکتہ) اپنی نوعی تولید (Ontogeny) کی منزلیں طے کرتے کرتے پردۂ غیبت چاک کر منصۂ شہود پر کچھ ایسے آ دھمکتا ہے کہ اسے کوئی نام دیا جاسکے۔پھر یہ نام قابل ذکر وبیان ہونے میں یعنی دعا گو ہونے میں کتنی دعاؤں کا ضرورت مند رہتا ہے، یہ تو پل پل کے حادثوں، سانحوں، آفتوں، بلاؤں سے بھری دنیا سے پوچھئے۔یہی نہیں، یہ دعا گو جب اپنی سانسوں کی مقررہ و معین گنتی پوری کر دم میں بے دم ہو کر بے اختیارانہ سہی ملک عدم کی شہریت اختیار کر لیتا ہے تب تو سراپا احتیاج دعا بن جاتا ہے اور کچھ زیادہ ہی نمود و توانائی سے۔اب تک تو چاہے یہ سابقہ وجود سلمۂ (یا خیر سے مدظلہ) بددعا لینے سے غالباً نہ ہی بچا ہو لیکن اب سے دنیا کی بہت سی بددعاؤں سے محفوظ ہو ہی گیا۔دنیا بھی اس کی مسکینی اور محتاجی پر اتنا تو رحم کر ہی دیتی ہے کہ اب عام طور سے اس کی برائیوں (بددعاؤں کے وجوہ) کو اپنے حافظے سے نکالنے کی کریمانہ کوشش کرتی ہے۔اور صرف ذکر خیر کا عہد کرتی ہے۔ایک جہاں تو بارگاہ ذوالجلال تک میں یہاں تک گواہی دے دیتا ہے کہ ہم تو اچھائیوں کے سوا اس کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں۔(قیامت کے پولیس ایکشن کے چکر سے خود کو بچانے کا اچھا بہانہ ہے!!) جو کسی سبب سے یہ گواہی دینے سے قاصر رہ جاتے ہیں، وہ بھی اپنے کو اصولی طور پر (In principle) تو اس کا حلیف و پابند سمجھتے ہیں۔نم آنکھوں سے جذباتی رخصت کے بعد بھی کبھی کبھی موقع موقع پر سہی اس کی یادوں میں دعاؤں (دعائے خیر) کا رنگ بھرتے رہتے ہیں۔برسبیل تذکرہ یہ کہنے سے نہیں تھکتے ؎ خدا بخشے۔۔۔

ورنہ کم از کم یہ ؎ حق مغفرت کرے عجب۔۔۔۔

(یہاں ان کا ذکر نہیں جو اتنے کم نصیب ہوجاتے ہیں کہ غیب کے دبیز پردوں میں نہاں ہوجانے اور تمام مادی

رابطوں سے دور بہت دو ہوجانے کے بعد بھی خدا اور خداوالوں کی لعنت ایسی بددعا سے بچ نہیں پاتے۔)

دعا کی ایمانی وروحانی حیثیت اپنی جگہ، اس کا مادی اورطبیعاتی (حیاتی) پہلو بھی کوئی کمزور نہیں بلکہ بڑے معرکہ کا ہے۔ ظاہر ہے، وقت کے ساتھ انسان کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں، پھیلتی ہوئی توقعات، پھولتی ہوئی طلب اور ابلتی ہوئی خواہشیں (اگر نامعقول حدوں میں جاکر عیش پرستی اور ہوا وہوس کے اتھاہ سمندر میں ڈھکیل نہ بھی دیں تو بھی) یہ محرومی (اوراس سے زیادہ سخت اور خطرناک احساس محرومی) کے کنارے ضرور کھڑا کردیتی ہیں، جہاں سے مایوسیوں کا سائیں سائیں کرتا ہوا، تپتا ہولناک چٹیل بیاباں شروع ہوجاتا ہے۔ وہی ؎ ''بحر اگر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا'' والا بیاباں۔ اس میں پہنچ کراس بے چارے یکہ وتنہا انسان کی ننھی سی منحنی سی جان گھٹ گھٹ کر، جھلس جھلس کر، ٹوٹ ٹوٹ کر، بکھر بکھر کرکھو نہ جائے تو کیا ہو۔ ایسے میں اگر حیاتیاتی اجل (Biological Demise) یا ڈاکٹری موت (Clinical Death) کے اعلان میں کچھ تاخیر کی گنجائش بھی رہے تو بھی قنوطیت (Pessimism) کے دلدل میں پھنسنے سے یعنی ذہنی مردنی (مَرَن) سے کون روک سکتا ہے۔ ایسے میں ایمان ہی امید کی کرن بن کر آڑے آسکتا ہے۔ یہی بڑھ کر مشعل راہ ہوجاتا ہے اور احساس دلاتا ہے کہ ارے! تو دل کیوں چھوٹا کئے دیتا ہے، تو اپنے کو اکیلا کیوں محسوس کرتا ہے، تو لاچار کہاں کا، تیرے پاس بہت ہی پاس تیرا بہت بڑا سب سے بڑا پاسدار، تیری رگ گردن سے زیادہ قریب تیرا انتہائی قریبی تو ہے۔ اور ہاں ذرا کان تو لگا وہ پکارے پکارے کہتا بھی ہے کہ پکار مجھے تو جواب دوں، تو بلا تو سہی، کہ میں (تیرے آڑے) آؤں، مجھے آواز تو لگا، تیری آواز پر آواز لگاؤں۔' (ارے ہاں وہ تو تیری بے زبانی کی آواز بھی سنتا ہے اور سنتا بھی ہے۔') ذرا سرتو جھا، دیکھ تصویر یار۔ اس کی طرف منہ تو کر اور دیکھ تو سہی۔ یہ کوئی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا نہیں، مرتے کو جینے کا آسرا ہے، وہ بڑا ہے، ہر طرح سے بڑا، بہت بڑا، بڑی شان والا ہے۔ یہ اس کی شان کہاں کہ کوئی اس کا ہو اور وہ اس کی عاجزی اور بے بسی پر رحم نہ کرے۔ اور دیکھئے اس کی بارگاہ تک رسائی کی راہ میں کوئی حاجب یا دربان نہیں۔ (سوائے اپنے ذہن وعمل کی ناپاکی۔ وہ بھی کوئی ایسی اڑچن نہیں جو دور نہ ہوسکے۔ ذہنی ناپاکی ایمان سے اور عمل کی گندگی توبہ سے کافور ہوجایا کرتی ہے۔) یعنی مایوسی اور قنوطیت کی چاہے جتنی گھنگھور گھٹا ہو دعا کی ایک کرن سے اڑن چھو ہوجایا کرتی ہے۔ یہ ہے دعا کی نفسیاتی طاقت وکارگری۔

دعا اگر دعا ہی ہے، واقعی دعا۔ (اداکاری یا رسمی ادائیگی نہ ہو) تو یہ ایمان کی نورانی محفل میں عجز ونیاز کے ساز پر تسلیم قدرت کے تار سے نکلا ہوا وہ نغمہ ہوجاتی ہے جو خلوص کی پاک فضا میں بلند ہوکر باب قبولیت سے ٹکراتا ہے اور سند باریابی وکامرانی لے کر ہی پلٹتا ہے۔

اپنے معنوں پر پوری طرح صادق آنے والی دعا، ایمان کی علامت ہے اور عرفان کا زینہ۔ دعا عبادت کا نمونہ، عبودیت کی نشانی اور عبدیت کی شان ہے۔ دعا تقربِ واجب کا امکانی

ذریعہ ہے۔ دعا جامع ومطلق استغنا کا بڑا جاندار وسیلہ ہے۔

دعا راز ونیاز حقیقی کی آواز ہے اور مجاز کو حقیقت نواز بنانے کا انداز۔ دعا عاجزی کا اعتراف ہے اور اس کی قدرت کاملہ پر اعتبار۔ دعا امیدواری کا جوڑ ہے، اور یاس وحرماں کو توڑ۔ دعا بے سہاروں کی آس ہے، امید کی اساس ہے جو سب کے پاس ہے۔

دعا بے نواؤں کی آواز ہے اور نہتوں کا ہتھیار۔ دعا مظلوموں کا کارگر اسلحہ ہے۔ دعا سماج کے چھوڑے ہوئے، بچھڑے، گرے، کچلے ہوئے لوگوں کی آخری ڈھارس ہے۔ دعا ناامیدوں کو تشفی، محروموں کی تسلی ہے۔ دعا تہی دستوں کو دلاسا اور کمزوروں کی قوت ہے۔ دعا توانا ؤں کی کامرانی کی امید ہے۔ دعا ہی ہے جو طاقت واقتدار کو ظلم وبربریت کی شکل اختیار کرنے میں مانع ہوجاتی ہے۔ یعنی دعا طاقت کی حدیں بتاتی ہے، اقتدار کی اوقات دکھاتی ہے۔

دعا غنیمت ہے، غنیمت نہیں نعمت ہے، خزانہ ہے۔ دعا بہت کچھ ہے بلکہ سب کچھ ہے۔ ارے کچھ نہیں تو یہ کیا کم ہے کہ اس کی بارگاہ جلالت میں حاضری کا بہانہ ہے۔ وہ حاضری جو یقینی ہے۔ پھر محض حضوری نہیں، اپنے کہنے کا موقع بھی۔ اللہ اللہ یہ کیا کم فضل وشرف ہے کہ اس کا کہنا بھی ہے کہ دعا کرو۔ دعا فضل الٰہی کا معدن ہے، فیض کا سرچشمہ ہے۔

آخر میں استدعا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ دعا کے سارے پہلوؤں کا احاطہ محال ہے، غالباً ناممکن پھر مجھ ایسے کے لئے تو چند پہلوؤں پر بھی کماحقہٗ روشنی ڈالنا ناممکن ہی ہے۔ لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ دعا کی ایک پوشیدہ توانائی بھی ہے۔ وہ ہے اس کی ابلاغی قوت۔ اس توانائی کا استعمال تو ہوا ہے لیکن اس سنسان وادی میں صرف ایک نمایاں انسان کا قدم ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس سورما کا اسم گرامی علیؑ ابن الحسینؑ ہے جس نے دعا کی ابلاغی توانائی اور تبلیغی طاقت کا بھرپور استحصال واستعمال کیا اور دعا کو ایک عملی جاندار اور طاقتور پیرایۂ اظہار بنادیا۔

❁❁❁

- دعا سے بلا ومصیبت ٹل جاتی ہے۔ (امام سجادؑ)
- مومن کی دعا تین باتوں میں کسی ایک سے خالی نہیں ہوتی، یا تو اس کی آخرت کے لئے ذخیرہ بن جاتی ہے یا دنیا ہی میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے یا کوئی ایسی مصیبت جو اس تک پہنچنے والی ہوتی ہے، اس سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ (امام سجادؑ)
- چھپ کر صدقہ دینے سے خداوند عالم کا غضب زائل ہوجاتا ہے۔ (امام سجادؑ)
- اقربا کے ساتھ احسان اور پڑوسیوں سے حسن سلوک گھروں کو آباد کرتا ہے اور عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ (امام صادقؑ)